بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصریحات

- عبوری آئین
- مسلمان کی تعریف اور علماء
- صوبہ سرحد کو سلام
- اسیرانِ مارشل لاء

○

پاکستان کو پھر ایک نیا آئین ملا ہے ایک ایسا آئین جسے عبوری کا نام دیا گیا ہے لیکن جس کے بارہ میں اہل نظر کا کہنا ہے کہ صدر محترم اسے اپنے مزاج کے مطابق ہونے کی بنا پر۔ مستقل آئین کی صورت دے دیں گے، کیونکہ اس کی ایک شق یہ بھی ہے کہ اگر مدت معینہ تک اراکین اسمبلی مستقل دستور تیار نہ کر سکے تو یہی آئین مستقل آئین قرار پا جائے گا۔

اور ظاہر ہے کہ یہ کام صرف جناب صدر کی منشاء و مرضی پر موقوف ہے کہ وہ کوئی دوسرا آئین دینا چاہتے ہیں یا اسی کو پسند کرتے ہیں کہ قومی اسمبلی میں اکثریت پیپلز پارٹی کے اراکین کی ہے جن کی رکنیت صرف صدر بھٹو کے اشارہ ابرو کی رہین منت ہے کہ اگر ان کا نام نہ ہوتا تو شاید کوئی ایک ہی قومی اسمبلی کی سیٹ حاصل کر پاتا یا پھر پیپلز پارٹی کے وہ حلیف ہیں جو اسی حلف کی بنا پر بلند و بالا ہوئے ؎

ورنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

کے مصداق تھے

بہر صورت حال کا یہ عبوری اور مستقبل کا مستقل آئین اس لحاظ سے توجہ طلب ہے کہ اسے خالص عوامی آئین کا نام دیا گیا ہے اور یہی ہماری قوم کی بدقسمتی ہے کہ آج تلک پاکستان میں ہر حکمران گروہ اپنے آپ کو عوام قرار دے اپنی پسند کو عوامی پسند اور اپنی ناپسندیدگی کو عوامی ناپسندیدگی ٹھہراتا رہا ہے چاہے عوام کا اس سے کوئی تعلق ہو یا نہ ہو۔

ایوب خان نے اپنا خالص آمرانہ آئین قوم پر مسلط کرتے ہوئے اسے جمہوری قوتوں اور عوامی اُمنگوں کا ترجمان کہا تھا اور آج تقریباً اسی آئین بلکہ کئی لحاظ سے اس سے بھی بدتر آئین کو عوامی خواہشات کا مظہر قرار دیا جا رہا ہے۔

حالانکہ پُورے ملک میں اس بارہ میں دو آراء نہیں ہیں کہ ایوب خان کے زوال کے وقت پُوری قوم نے متفقہ طور پر صدارتی نظام کے خلاف اور پارلیمانی نظام کے حق میں آواز بلند کی تھی اور گول میز کانفرنس میں تمام سیاسی جماعتوں کی طرف سے اسے ایک غیر متنازعہ مطالبہ کے طور پر پیش کیا تھا لیکن پارلیمانی نظام چونکہ جنابِ صدر کی افتادِ طبع کے منافی تھا اس لئے مرکز میں اسے مسترد کر کے صدارتی نظام کو اور زیادہ مضبُوطی سے نافذ کر دیا گیا جبکہ صُوبوں میں تقریباً پارلیمانی نظام کی بالادستی کو قائم رکھا گیا ہے جبکہ مرکز اور صُوبوں میں اس تضاد کی سوائے صدر محترم کی ذات کے اور کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔

اور یہی بات تقریباً صدر کے اختیارات پڑھتے ہوئے بار بار اُبھرتی ہے کہ اس پُورے آئین سے مقصود و مطلوب صرف ایک شخصیت کی برتری اور بالاتری کے منوانے کے اور کچھ نہیں اور اسے وُہ کچھ دے دیا گیا ہے کہ اس کے مقابلہ میں آئین میں کچھ بھی باقی نہیں رہا، اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے کہ یہ آئین ۱۹۶۲ء کے ایوب خانی آئین سے بھی بدتر ہے یا مارشل لاء کی دُوسری شکل ہے تو کچھ بے جا نہ ہوگا کیونکہ مارشل لا بھی: ایک شخص: کی مرضی اور خواہش کا نام ہے اور اس آئین میں بھی: ایک شخص: کو بہر نوع، ہر چیز پر مقدم رکھا گیا ہے۔

مثال کے طور پر اس آئین کی ایک دفعہ ۲۷۴ ہے اس کے تحت صدر کو اس بات کا مکمل اختیار ہے کہ وہ آئین کے جس حصے کو چاہے قلم زن کر دے جو چاہے بڑھا دے اور جن ترامیم کو چاہے آئین کا جزو بنا دے۔

یا بالفاظ دیگر عبوری آئین میں جمہوریت کی جو تھوڑی بہت روح باقی ہے تدریجاً اس کا خاتمہ کر کے اپنی آمریت کی گرفت مضبوط تر کرتا جائے یہاں تک کہ اگر ایک دن چاہے کہ اسے دار پہ کھنچوا یا سولی پہ لٹکوا دے تو اسے رکھیں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے اور یہ ایک ایسی دفعہ ہے جس سے ایوب خانی آئین بھی خالی تھا، اور پھر اس کا عملی مظاہرہ عبوری آئین کے نفاذ کے دوسرے دن ہی دیکھنے میں آگیا جب صدر محترم نے بیک جنبشِ لب وہ تمام بنیادی حقوق جن کی نیم دلی سے اس عبوری آئین میں ضمانت دی گئی تھی منسوخ کر دے۔

اور لطف کی بات کہ تنسیخ پر تنقید سے بھی ایک دن قبل کی تاریخ ڈالی گئی یعنی وہ حقوق جو ایک دن بعد دئے جانے تھے انہیں ایک دن قبل منسوخ کر دیا گیا اگرچہ اس کا اعلان نفاذ سے ایک دن بعد میں کیا گیا۔

پھر اس آئین میں مرکز اور صوبوں کے درمیان رابطے کو بھی واضح شکل میں نہیں پیش کیا گیا بالکل اسی طرح جس طرح اسلام کو گول مول رکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ وہ جماعت جو تین بڑے نعروں پر کامیاب ہوئی اس نے اپنے بنائے اور ترتیب دئے ہوئے آئین میں ان تینوں نعروں کو سب سے زیادہ پامال کیا ہے۔

پیپلز پارٹی کا سب سے بڑا نعرہ جمہوریت ہماری سیاست ہے، تھا لیکن اس موقر جماعت اور اس کے لیڈروں نے جمہوریت سے جو سلوک کیا ہے وہ ان کے چار ماہی اقتدار اور ان کے دئے ہوئے آئین سے واضح ہے۔

دوسرا بڑا نعرہ جو پیپلز پارٹی کا شعار رہا ہے وہ یہ تھا کہ! اسلام ہمارا مذہب ہے!

اس کی حقیقت بھی اس طرح آشکار ہو گئی کہ اس جماعت نے اپنے تیار کردہ عبوری آئین میں اسلام کو ملک کا مذہب تک قرار نہیں دیا جبکہ دوسرے کئی سوشلسٹ ممالک بھی اسلام کو اپنا سرکاری مذہب قرار دیئے ہوئے ہیں۔

اور حیرانگی اس پر ہے کہ یہ سب کچھ اس ملک میں ہو رہا ہے جس کا وجود ہی اسلام کا رہین منت ہے اور جس کا ایک حصہ ہی صرف اس لئے کٹا اور ضائع ہوا ہے کہ ہم نے اس اساسی اور بنیادی چیز کو فراموش کر دیا تھا اور آج بھی اگر اس سے اسی طرح روگردانی کی جاتی رہی تو یہ بقیہ حصہ بھی سلامت نہیں رہ سکیگا۔

اس آئین میں اشک شوئی کے لئے ملک کے سربراہ کے لئے مسلمان ہونے کی شرط ضرور لگائی گئی ہے لیکن مسلمان کی تعریف سے قصداً اغماض برتا گیا ہے تاکہ منکرین ختمِ مرتبت اور ملحدین کے لئے چور دروازہ کھلا رہے،

اسی طرح کتاب وسنت کے زور دار اور بلند بانگ وعدوں کے باوجود کسی غیر اسلامی اور غیر شرعی چیز کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا گیا، شراب، جوا، سٹہ قمار بازی، سود اور دیگر فواحش و منکرات کو اسی طرح کھلی چھٹی دی گئی ہے جس طرح پہلے انھیں حاصل تھی نہ جانے کونسی کتاب وسنت میں ان کی اباحت و اجازت ہے۔

رہ گیا حکمران جماعت کا نعرہ سوشلزم تو ہم پورے وثوق اور یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اس کی حالت بھی پہلے دو نعروں سے مختلف نہیں اور نہ ہی اس کا انجام ان سے بہتر ہو سکتا ہے۔

اور ان سب کی بنا پر ہم بڑے دکھ اور افسوس کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اگر اس آئین کو مستقل آئین قرار دے دیا گیا جیسا کہ توقع ہے یا مستقل آئین میں ان چیزوں کی اصلاح نہ کی گئی تو اس آئین کا حشر بھی پہلے نافذ کئے گئے آئینوں سے مختلف نہ ہوگا کہ عوام نے اپنی آزادی کے دور میں جنھیں قبول کرنے سے قطعاً انکار کر دیا - اور پاکستان پھر ایک بار سرزمین بے آئین ہو کر رہ جائے گا۔

قومی اسمبلی میں جب آئین کی اس شق پر کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہوگا بعض ارکان نے یہ مطالبہ کیا کہ آئین میں مسلمان کی تعریف کی جائے کہ مسلمان کون ہوتا ہے، تب پیپلز کے سکریٹری اطلاعات نے علماء اسلام پر نار وا حملے کرتے ہوئے یہ بھی کہا "کہ علماء کی کوئی سی جماعت بھی مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں اس لئے اسے آئین میں شامل نہیں کیا جا سکتا"

اور" اگر علماء کوئی متفقہ تعریف پیش کر دیں نیز تعزیرات پاکستان کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں ترتیب دے دیں تو حکومت اسے فوراً قبول کرے گی"

پہلی بات جو ہم عرض کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ سکریٹری اطلاعات کو علماء سے یہ مطالبہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کیا وہ خود مولوی نہیں ہیں؟ اور کیا وہ بالالتزام اپنے آپ کو "ممتاز عالم دین" کہلواتے اور "مولانا" لکھوانے پر اصرار نہیں کرتے رہے اور کرتے ہیں۔

اگر انہیں خود اتنی معمولی بات کا بھی علم نہیں کہ مسلمان کی تعریف کیا ہے؟ تو انہیں علم دین کی طرف انتساب کا کیا حق پہنچتا ہے۔ حالانکہ اس نسبت کے سوا ان کے پاس کوئی ایسی متاع ہی نہیں جسے وہ اپنی کوالیفکیشن کے طور پر پیش کر سکیں۔

یہ الگ بات ہے کہ اس سلسلہ میں بھی انہیں نسبت ہی نسبت حاصل ہے اور کچھ نہیں کہ ان کا علم دین مولانا مودودی کی تالیفات جو آج ان کے نزدیک سب سے "مبغوض" شخصیت ہیں، اور ادھر اُدھر کی چند اُردو کتابوں تک ہی محدود ہے، عربی کہ زبان علم ہے اس سے وہ آشنا ہی نہیں، رہ گئی انگریزی کہ علم دنیا کا معیار و مدار ہے اس کی حقیقت ان کے چیئرمین "صدر بھٹو" نے اسلام آباد میں نئے ٹرانسمیٹر کا افتتاح کرتے ہوئے آشکار کر دی کہ سابقہ وزیر اطلاعات چونکہ بہت اچھی انگریزی جانتے تھے اس لئے "آپ احساسِ کمتری کا شکار رہیں اور خوامخواہ انگریزی کا تکلف کر رہے ہیں حالانکہ تقریر اُردو میں بھی ہو سکتی تھی۔

اور پھر قطع نظر اس کے کہ یہ کسی بات کو آئین میں درج کروا سکتے ہیں یا نہیں

ان کا علماء سے یہ مطالبہ کہ وہ تعزیرات پاکستان کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں ترتیب دیں : تو اس کے لیے یہ خود یہ زحمت کیوں گوارہ نہیں کرتے کیا ماضی قریب تک یہ خود اسی قسم کے مطالبے نہیں کرتے رہے ؟ اور کیا تب انہوں نے ان تعزیرات کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں ترتیب نہ دیا تھا ؟

اور اب ان کی راہ میں کونسی رکاوٹ ہے ؟ کیا وہ آئندہ سے لفظ: مولانا؛ سے دستبردار ہو گئے یا ہونے کے لیے تیار و آمادہ ہو چکے ہیں، یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہر دور میں علماء حق کی تذلیل و توہین کے لیے سکریٹری اطلاعات جیسے : ممتاز علماء دین : کا ہی انتخاب ہوا اور انھوں نے ہی ان مقدسات کو پامال کیا جن کی وجہ سے خود انہیں عزت ملی ، ہم نے اس سے زیادہ بے وفائی اور کسی گروہ میں نہیں پائی۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایک ایسا شخص جس نے کبھی فلموں کے اشتہاروں کے خلاف بے حیائی کے فروغ کا الزام دے کر عدالتوں میں مقدمات دائر کیے تھے آج ان کے لیے سند و دلیل طلب کر رہا اور فلمی کمپنیوں میں رقاصاؤں اور گائیکوں کے جلو میں ان کو بے حجاب اور اپنے آپ کو بے نقاب کرنے پہ تلا ہوا اور علماء دین پر استہزاء و تمسخر کے چھینٹے اڑا رہا ہے۔

ہم سکریٹری اطلاعات پیپلز پارٹی سے صرف ایک بات کہنا چاہتے ہیں کہ وہ یہ کہ اگر اور کسی کا نہیں تو کم از کم اس بات کا خیال کیجئے کہ آپ برسہا برس تک شاہ عالمی کی ایک مسجد کی امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور وہاں کے لوگوں نے مدت مدید تک آپ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں قیامت کے روز آپ اپنے ان نمازیوں کیا منہ دکھائیں گے ؟

رہی بات اسلامی تعزیرات کی تو شراب کے عدم جواز زنا کی حرمت ، سود ، بدکاری فحاشی ، عریانی اور قمار بازی اسلامی شریعت میں ممنوع اور قابل مواخذہ ہونے میں کون دوسری رائے رکھتا ہے اگر آپ اتنے ہی مخلص ہیں تو ان کی ممانعت اور ان پر تعزیر کے لیے آئین میں کیوں کوئی کوشش نہیں کی گئی ؟

صوبہ سرحد میں جمعیت اور نیپ کی مشترکہ حکومت بن گئی، اور مفتی محمود اس کے سربراہ مقرر ہوئے ہیں۔

مفتی صاحب نے وزیر اعلیٰ کا منصب سنبھالتے ہی صوبہ سرحد میں شراب کی ہر قسم کی خرید و فروخت، تیاری اور استعمال پر پابندی عائد کر دی ہے، ہم اس پر مفتی محمود اور ان کے تمام ساتھیوں کو مبارک پیش کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ اپنے وعدوں کے مطابق وہ دیگر غیر اسلامی چیزوں کو بھی ممنوع قرار دے دیں گے۔

ان میں سرفہرست قمار بازی، سٹہ ریس اور جوئے کی دیگر اقسام اور فحاشی بدکاری ہے نیز مرزائیت جس طرح ایک فتنہ اور مسلمانوں اور اسلام کے لیے ایک مصیبت بنتی جا رہی ہے اس کی شر انگیزی اور کفر خیزی کو روکنے کے لیے بھی موثر اقدامات کی ضرورت ہے۔

ہم توقع رکھتے ہیں کہ مفتی صاحب سرحد میں ان تمام برائیوں کے استیصال سے پورے پاکستان میں اسلامی نظام کی آبیاری اور پرورش کا سبب بنیں گے اور دیگر تمام صوبے بھی اسلامی برکات و منافع سے زیادہ عرصہ دور رہنا پسند نہیں کریں گے۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ ہم پنجاب۔ سندھ اور بلوچستان کی حکومتوں سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ فوری طور پر اپنے اپنے صوبوں میں شراب، جوئے اور بدکاری کو ممنوع قرار دیں کہ یہ چیزیں پاکستان کے چہرے پر ایک بدنما داغ ہیں اور پاکستان کی تباہی و درماندگی میں ان کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ہمارے اس مطالبہ کو جو پوری قوم کا متفقہ مطالبہ ہے پذیرائی بخشی جائے گی۔

مارشل لا رخصت ہو گیا، جیسے بھی ہوا اس سے قطع نظر ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس کی رخصتی کے ساتھ اس کی تلخیاں بھی رخصت ہو جائیں گی لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا لیکن اب بھی وقت ہے کہ صاحبان اقتدار اس کے ازالہ کے لیے کوشش کریں۔

اس سلسلہ میں اہم ترین چیز یہ ہے کہ ان تمام اسیروں کو رہا کیا جائے جنھیں مارشل لاء کے تحت گرفتار کیا گیا تھا چاہے وہ صحافی اور ایڈیٹر ہوں چاہے سیاسی قیدی، اس لیے کہ اُن لوگوں کا قید و بند میں گرفتار رہنا اور بغیر کھلی عدالت میں ان کے جرائم ثابت کئے انہیں محبوس رکھنا مارشل لا میں تو کسی حد تک قابل فہم تھا، مارشل لاء اُٹھ جانے کے بعد قطعاً درست نہیں۔ ویسے بھی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان اسیروں کی رہائی سے ملکی فضا میں جو تکدر پایا جاتا ہے اس میں کمی ہو گی اور حکومت کے بارہ میں لوگوں کے ذہنوں میں جو شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں ان کا کسی حد تک ازالہ ہو سکے گا۔

وگرنہ پاکستانی باشندے یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ حکمران گروہ جمہوریت کے دعوؤں کے باوصف اپنی طرح اپنے مخالفوں اور اپنی پالیسیوں پر تنقید کرنے والوں کو برداشت کرنے پر تیار نہیں۔ جس طرح مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اپنے متعلق کسی بات کے سننے کے روادار نہیں ہوتے۔

اور صرف یہی ایک چیز جمہوریت اور عوامی راج کی نفی کے لیے بہت بڑی دلیل اور سند کی حیثیت رکھتی ہے۔

○